نقشِ آغاز

- جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا نیا تعلیمی سال
- جامعہ کے مقام اور اس کے بانی مرحوم کے کردار پر تاریخ کی شہادت
- اللہ اکبر، اللہ اکبر

۱۲ شوال سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کے لیے داخلے شروع ہوئے تو چار روز میں دورۂ حدیث سمیت تمام درجات کے داخلے مکمل ہو گئے اب کے بار داخلہ کے خوہشمند طلبہ کی تعداد ہمیشہ سے سہ چند زائد تھی حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی ذاتی دلچسپی کے پیش نظر تمام درجات میں طلبہ معمول سے زیادہ لئے گئے داخلہ کے لیے کڑی شرائط اور سخت تحریری امتحانات کے باوصف صرف دورۂ حدیث میں پانچ سو کے قریب طلبہ کو داخلہ دیا گیا دارالحدیث کو اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت رہی تو زیر تعمیر دارالحدیث کی تکمیل تک دورۂ حدیث کی کلاس کو جامع مسجد میں پڑھائے جانے کا فیصلہ کیا گیا درجۂ موقوف علیہ میں شرکاء کی کثرت کے مد نظر سابق دارالحدیث کو درس گاہ بنا دیا گیا۔

۲۲ شوال دارالعلوم کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب بھی جامع مسجد میں منعقد ہوئی دارالعلوم کے اکابر، اساتذہ و مشائخ قدیم و جدید طلبہ اور معززین نے شرکت کی شرکاء کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ نے ترمذی شریف کا افتتاحی درس دیا دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس موقع پر مفصل اور روح پرور خطاب کیا جو اگلے شمارے میں الحق کے صفحات کی زینت بنے گا۔ دارالعلوم میں ان علمی اور روحانی بہاروں گلشن علوم نبوت کے ان سدا بہار ثمرات اور چمنستان شیخ عبدالحق" کے پھولوں کی سرخ کلیوں میں یہ تازگی، دلفریب رنگینی و جاذبیت اور دل لبھانے والی سرخیاں کسی موسمی آب و ہوا کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اور ان کے مخلص رفقاء کا خلوص و للہیت، شبانہ روز محنت، دعائیں، شب بیداریاں، ایثار و قربانی، تمام صلاحیتوں اور توانائیوں کا صرف اور اس گلشن کی ہر کیاری کو اپنے خون سے سینچا ہے جو اب رنگ لا رہا ہے۔

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کے آغاز کی مناسبت سے ہم یہاں مشہور عالم جریدہ ہفت روزہ تکبیر کے تازہ شمارہ کی ایک وقیع اور عظیم تاریخی شہادت پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا ایک مفصل انٹرویو نشر کرنے کے موقع پر شائع کی جس میں "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کے عنوان

سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی مرحوم کے تاریخی کردار کا ایک معروضی، اچھوتا اور دلچسپ جائزہ لیا گیا ہے۔

اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر

۱۹۴۷ء کے رمضان المبارک کا ذکر ہے۔ برصغیر کی عظیم درس گاہ، دارالعلوم دیوبند کے جواں سال اور جواں فکر مدرس، مولانا عبدالحق چھٹی گزارنے اکوڑہ خٹک کے قریب اپنے آبائی گاؤں تشریف لائے اور پھر ان کے لیے واپسی کے راستے بند ہو گئے۔ ۲۷ رمضان المبارک کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سورج طلوع ہوا۔ نئی ہوائیں، نئی رتوں کی خوشبو لائیں اور اکوڑہ خٹک کے چھوٹے سے گاؤں میں بیٹھے مولانا عبدالحق نے محسوس کیا کہ بیت جانے والے موسموں کو خیرباد کہہ کر نئے عہد کے نئے تقاضوں کو خوش آمدید کہا جائے۔ ان کی نگاہِ دوربین نے دیکھ لیا تھا کہ برصغیر کے بطن سے پھوٹنے والی یہ نئی مملکت اپنی تخلیق میں وہ جوہر رکھتی ہے جو اسے نئے زمانوں کا نقیب بنا سکتا ہے۔ دیوبند کے جواں سال صاحبِ فکر معلم نے اپنے گاؤں کی چھوٹی سی مسجد میں ایک مکتب کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے ۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کے دن گنتی کے چند بچوں کو پہلا درس دیا۔ کئی سال تک صحنِ مسجد ہی دانشگاہ بنا رہا۔ مولانا عبدالحق کے علم و عرفان کا شہرہ عام ہوا اور گرد و نواح سے بیسیوں طالب علم بھی یہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ مولانا کا گھر ہی ان کا ہاسٹل تھا، وہی اخراجات کے کفیل بھی تھے۔ مولانا کی والدہ، ان کی اہلیہ اور دیگر اہلِ خانہ خود ہی بیسیوں طلباء کے لیے کھانا پکاتے اور ان کی دیکھ بھال کرتے۔ کبھی چندے کے لیے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اہلِ خیر خود ان کی مخلصانہ کاوشوں کے اعجاز سے کھنچے آتے۔ یہاں تک کہ مدرسہ راولپنڈی سے پشاور جانے والی شاہراہ پر اسلام آباد سے کوئی ۱۲۰ کلومیٹر دور اکوڑہ خٹک کے مقام پر اپنی نو تعمیر مختصر سی عمارت میں منتقل ہو گیا۔

”جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک“ آج پاکستان ہی نہیں برصغیر پاک و ہند بلکہ عالم اسلام میں ایک معروف اور محترم نام ہے اور اسے پاکستان کا دیوبند کہا جاتا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی فروزاں کی ہوئی شمع کا نور برصغیر جنوبی ایشیا کے طول و عرض میں پھیل چکا ہے۔ افغانستان کے دور دراز علاقوں سے آنے والے ہزاروں طلباء اسی سرچشمۂ علم و حکمت سے فیض یاب ہوئے۔ ایسے سات ہزار فاضلین کی مصدقہ فہرست جامعہ میں موجود ہے جو جہاد افغانستان کے مختلف محاذوں پر اس صدی کے فرعون

سے نبرد آزما رہے۔ اکوڑہ خٹک کے فارغ التحصیل افغان طلباء کسی ایک تنظیم، کسی ایک جماعت اور کسی ایک گروہ تک محدود نہیں۔ اسلام کی لامحدود اور سارفع تعلیمات کی طرح ان کا افق بھی لامحدود اور ان کی جرأتوں کی داستانیں بھی محاذ در محاذ بکھری پڑی ہیں۔ مولوی محمد یونس خالص اور کمانڈر جلال الدین حقانی اسی مکتب کے فیض یافتہ ہیں۔

اکوڑہ خٹک کا چھوٹا سا قصبہ ہمیشہ حریت و آزادی کی [illegible] کا سنگِ میل رہا۔ برسوں قبل ریشمی رومال کی تحریک کے جنوں خیز سپاہ ہر اسی کے حجروں میں دم لے کر گزرتے تھے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مجاہدین نے اسی مقام پر ایک ایمان پرور معرکہ لڑا تھا۔ شہیدوں کے لہو سے لالہ زار بن جانے والے میدان میں آج جامعہ حقانیہ کی عظیم عمارت کھڑی ہے۔ اس قصبے کی ہواؤں میں خوشحال خان خٹک کے جرأت آموز شعروں کی گونج، جری شہسواروں کے گھوڑوں کی ٹاپ، تلواروں کی جھنکار، نعروں کی بازگشت اور شہیدوں کے لہو کی مہک رچی بسی ہے۔

یہ مکتب کی کرامت سے بھی کہیں زیادہ ایک مردِ درویش کا فیضانِ نظر تھا جس نے آتش بجاں کہستانی افغانوں کو زندگی کا ہنر بھی سکھایا اور جان سے گزر جانے کا قرینہ بھی۔ مولانا عبدالحق عزیز جہاں بنتے چلے گئے۔ اکوڑہ خٹک اور گرد و نواح کے لیے ان کی ذات وجہ افتخار بھی ٹھہری اور باعثِ امتیاز بھی، ۱۹۷۰ء میں نیشنل عوامی پارٹی کے جنرل سیکریٹری اجمل خٹک اور پی پی پی کے رہنما نصر اللہ خٹک کو شکست دے کر قومی اسمبلی میں پہنچے اور بھٹو کے "نقار خانے" میں اذان دیتے رہے۔ ۱۹۷۷ء میں پی پی پی طوفانِ بلاخیز بن چکی تھی۔ بڑے بڑے جہاں دیدہ لیڈر اس کے سامنے ڈھیر ہوگئے یا ڈھیر کر دیئے گئے۔ مولانا عبدالحق روایتی سیاستدان نہ تھے۔ وہ انتخابی گہماگہمی سے بہت دور اپنے مدرسے میں ہی گوشہ نشین رہتے۔ جلسے جلوس، نعرے، پوسٹر، تصویریں، بینرز، یہ سب کچھ ان کی کتابِ سیاست سے خارج تھا۔ ان کا مقابلہ ایک بار پھر پی پی پی کے نصر اللہ خٹک سے آپڑا تھا جو اب سرحد کے وزیر اعلیٰ بھی تھے۔ انہوں نے سرکار کی چھتری تان کر طوفانی مہم چلائی لیکن اس درویش خدامست کے سامنے ان کا چراغ نہ جل سکا۔ اپنی شکست پر بہترین تبصرہ خود نصر اللہ خٹک ہی کا تھا ...... "میں کیا کرتا! میرا مقابلہ تو ایک "پیغمبر" سے آن پڑا تھا۔" شیخ الحدیث ۱۹۸۵ء میں تیسری مرتبہ قومی اسمبلی کے ایوان میں پہنچے۔ شریعتِ محمدی کے نفاذ کے لیے مولانا کی آواز توانا بھی تھی اور پرسوز بھی۔ اسی احساسِ مشترک کے طفیل ان کے اور صدر ضیاء الحق شہید کے درمیان باہمی اعتماد و احترام کا گہرا تعلق قائم رہا۔ ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو سانحۂ بہاولپور پیش آیا۔ ۲۱ دن بعد، ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو یہ بطلِ جلیل بھی اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

آج ۲۳ ستمبر، ۱۹۹۴ء والا جامعہ دارالعلوم حقانیہ کئی منزلیں سر کر چکا ہے۔ یہاں زیر تعلیم ملکی و غیر ملکی طلباء کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ تعلیم القرآن حقانیہ ہائی اسکول میں ایک ہزار کے لگ بھگ بچے پڑھ رہے ہیں۔ اس ادارے کا سنگ بنیاد ۱۹۳۷ء میں مولانا سید حسین احمد مدنی نے رکھا تھا۔ طلباء کے قیام و طعام کے لیے دس ہاسٹل چلائے جا رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کی بنیاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا قاری محمد طیب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) اور مولانا محمد عبداللہ درخواستی جیسے اکابرین نے رکھی تھی۔ ایک وسیع لائبریری ادارۃ العلم والتحقیق، شعبہ دعوت و تبلیغ، موتمر المصنفین، ماہنامہ الحق، شعبہ افتاء، شعبہ حفظ قرآن و تجوید اور شعبہ علوم دینیہ عربیہ، جامعہ کے اہم شعبے ہیں۔ تقریباً چار کروڑ روپے کی لاگت سے ایک عظیم الشان آڈیٹوریم، اساتذہ کی کالونی اور طلباء کی اقامت گاہیں زیر تعمیر ہیں جن کا بیشتر کام مکمل ہو چکا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق جامعہ کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ ان کے ہمراہ میں دیر تک دارالعلوم کے مختلف شعبے دیکھتا رہا۔ مولانا مجھے ایک اقامت گاہ میں لے گئے جہاں دمکتی پیشانیوں اور دہکتے چہروں والے نوخیز اور نو عمر لڑکوں نے ہمارا استقبال کیا مولانا نے بتایا کہ سو کے لگ بھگ بچے وسط ایشیا کی ان ریاستوں سے آئے ہیں جو روسی چنگل سے آزاد ہوئی ہیں۔ مجھے ان بچوں کی آنکھوں میں آنے والے کتنے ہی خوش رنگ موسموں کی شمعیں فروزاں دکھائی دیں۔

کئی سال قبل جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم انہی کمروں میں بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے تو شاید انہوں نے کبھی یہ نہ سوچا ہو کہ ان کے سامنے بیٹھے طلباء ایک دن اپنے لہو سے اس صدی کے سب سے بڑے جہاد کی آبیاری کریں گے اور روس کو ایسی عبرتناک شکست دیں گے کہ سمرقند بخارا کی زنجیریں بھی کٹ جائیں گی۔ آج امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ کے وطن سے آئے ہوئے نوجوان اکوڑہ خٹک سے کسب فیض کر رہے ہیں اور تاریخ دم سادھے زمانوں کے الٹ پھیر کا مشاہدہ کر رہی ہے۔

میرا جی چاہا کہ میں مولانا سمیع الحق سے کہوں کہ وہ عہد حاضر کی بے جا سیاست کو تماشا گروں اور تماش بینوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اور ساری توجہ، سارا وقت اپنے عظیم والد کی اس گرانمایہ میراث کو دیں جو تقدیریں پلٹ دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سیاست کے شجر بے ثمر کی آبیاری کرنے کے بجائے اس درخت کو اپنی توانائیوں سے سینچیں جس کی چھاؤں بہت گھنی اور جس کا ثمر بے حد شیریں ہے۔ میں مولانا سے کچھ بھی نہ کہہ سکا لیکن میرے ذہن کے نگارخانے میں رنگارنگ منظر ابھرتے رہے

ڈوبتے رہے ...... سرنگاپٹم، ۱۸۵۷ء کے خونیں مناظر، ریشمی رومال، بالاکوٹ، واہگہ کی سرحد پر لہو میں نہائے کارواں، افغانستان کے کوہ و بیاباں میں سربکف مجاہدین، موجِ نیل بن جانے والی دریائے آمو کی لہریں، ان لہروں میں غرق ہوتی ایک فرعونی قوت سمرقند و بخارا کی مسجدوں کے بلند مینار اور ان میناروں سے قوسِ قزح بن کر ابھرتی اذانوں کے مشکبو گونج ....

اللہ اکبر، اللہ اکبر! — ہفت روزہ تکبیر ۱۰/ فروری ۱۹۹۴ء

ادارۃ العلم والتحقیق کی عظیم علمی تحقیقی اور تاریخی

ایک نادر تحفہ — پیشکش — ایک عظیم خوشخبری

توضیح السنن

شرح آثار السنن للامام النیموی

عنقریب منظرِ عام پر آرہی ہے

حدیث کی جلیل القدر کتاب آثار السنن للعلامہ محمد بن علی النیموی کی مبسوط مفصل اور مدلل اردو شرح ـــــ محقق العصر مولانا عبدالقیوم حقانی کی آثار السنن سے متعلق پانچ سالہ تدریسی تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ اردو زبان میں پہلی شرح منصۂ شہود پر

چند خصوصیات

○ علمِ حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار ○ مسلکِ احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح ○ معرکۃ الآراء مباحث پر مفصل اور معتدلانہ کلام ○ محدثین اور سلفِ صالحین کے معارف و نکات کا مجموعہ ○ علمِ حدیث کے نادر مباحث کا عظیم ذخیرہ ○ ائمہ متبوعین کے استنباطات اور حنفیت کا دائرۃ المعارف ○ دیانت دارانہ تجزیئے، تحقیقی اور بہترین وجوہِ ترجیح ○ اندازِ بیان نہایت عام فہم سادہ سلیس، اعراب، ترجمہ، مفصل مقدمہ اور تحقیقی تعلیقات اس پر مستزاد ○

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور علماء [illegible]

ملنے کا پتہ

ادارۃ العلم والتحقیق
دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک
ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان